© rasailojaraid.com

دین و شریعت کو نقصان پہنچانے والے چار گروہ

(جناب حبیب ریحان ندوی)

شریعت کے احکام واجب الاتباع ہیں شریعت کے منصوص اوامر و احکام اور مقرر کردہ حدود چاہے وہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات، اجتماعیات اور سوسائٹی کی دوسری چیزوں سے متعلق ہر مسلمان کے لیے واجب الاتباع ہیں، ان کی شریعت کا منکر کافر ہے اور مرتد ہو جانے کے جرم میں اگر شروط توبہ مرتد کے ماتحت توبہ نہ کرے اور اسلام کے دائرہ میں واپس نہ آئے تو واجب القتل ہے۔ ان کو جان بوجھ کر مسلسل چھوڑنے والا بھی فقہا کے آسان سے آسان اقوال کے مطابق لائق تعزیر ہے۔ یہ حکم ان غیر مختلف فیہ احکام کے بارے میں ہے جن میں واضح نص موجود ہے کیونکہ نص کے بعد اجتہاد و قیاس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ضرورت کے وقت اجتہاد ضروری ہے لیکن وہ فروعی، جزوی اور فقہی احکام جن میں واضح نص نہیں ہے، یا نصوص میں تعدد ہے، یا مختلف توجیہات و آراء ممکن ہیں، یا اجتہاد و قیاس کی گنجائش ہے، وہ اس سے خارج ہیں، بلکہ ان میں اجتہاد و تفقہ، بحث و مباحثہ، صحیح طریقہ پر شریعت کی حکمت معلوم کرنا اور علمی اختلاف کے ذریعہ صحیح حل تک پہنچنا نہ صرف یہ کہ گناہ نہیں ہے، بلکہ حسنِ نیت، اور اجتہاد کی شروط کی موجودگی میں اور ضرورت کے وقت واجب اور ضروری ہے۔ شریعت کی حکمت سے قریب تر صحیح حل پیش کرنے والا خوش قسمت دو ثوابوں کا مستحق ہو گا، اور اجتہادی غلطی کرنے والے کو بھی ایک اجر اس کے حسنِ نیت اور سعی و جہد کا ضرور ملے گا۔ یہ اجتہاد اس لیے شرعی و عقلی طور پر ضروری ہے کہ اسلام سب سے آخری پیغام ہے، تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت کی شکل میں اس طرح مکمل و محیط ہو چکا ہے کہ اب کسی دوسرے دین کے آنے کا امکان نہیں ہے، اور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں جن پر آخری شریعت نازل ہو چکی ہے اس لیے اب کسی حقیقی یا مجازی، ظلی یا بروزی، ظاہری یا باطنی نبی کے آنے کا امکان بھی کسی مسلمان کے عقیدہ میں شرعی و عقلی دونوں طریقوں پر ختم ہو گیا ہے۔ اب چونکہ یہ شریعت دائمی ہے اس لیے اس کی نصوص سے جملہ پیش آنے والے مسائل میں اجتہاد و قیاس و استنباط کے شرعی طریقوں سے مناسب حل نکالنے ضروری ہیں، کیونکہ زندہ و پائندہ شریعت کی یہی علامت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ وہ کسی زمانہ میں کسی مشکل کا بھی حل پیش کرنے سے قاصر و عاجز نہ ہو۔

محافظین اسلام کی فوج ظفر موج ابتدائے اسلام سے آج تک جہاں بے شمار مفسرین، محدثین اور فقہاء و مجتہدین اسلامی عقیدہ و شریعت اور احکام کی حفاظت کرتے رہے، اس کے منصوص اوامر کی پابندی کرتے رہے، اسلام کے دائرہ اعتقاد و عمل سے انہوں نے سرمو تجاوز نہیں کیا اور جدید مسائل کے لیے نص کی عدم موجودگی میں اجتہاد و قیاس کو کام میں لاکر نصوص شریعت کی روشنی میں شریعت کی حکمت کے مطابق احکام نکالتے رہے۔

دین کے خلاف کام کرنے والے گروہ بالکل اسی طرح شروع ہی سے بعض وہ افراد اور گروہ بھی پیدا ہوتے رہے جو دین کے معلوم و معروف عقائد، مقررہ عبادات اور منصوص احکام سے پیچھا چھڑانے کی کوششیں کرتے رہے۔ اختصار کے ساتھ ان گروہوں کو چار قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ مدعیان نبوت اور ان کے متبع ایک قسم کا گروہ وہ ہے جو زیادہ جرأت و جسارت کے ساتھ مکمل طور پر دین سے بغاوت کرتا ہے۔ یہ نبوت کا دعویٰ کر دیتا ہے، پورا دجال و کذاب ہوتا ہے اور اس کے متبع اسے ختم نبوت کے واجب الاذعان عقیدہ کے باوجود کسی نہ کسی صورت میں نبی مانتے ہیں۔ مدعیان نبوت میں بھی دو فرقے ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کر دیتا ہے۔ دوسرا وہ جو حضورؐ کی نبوت کے ساتھ اپنی نبوت کا اعلان بھی کرتا ہے۔ شرعی و فقہی اصطلاح اور حکم میں ان دونوں کے درمیان مطلق کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ گروہ در حقیقت تکمیل دین، اتمام نعمت، ابدیت اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے دائمی اور قیامت تک ساری انسانیت کے لیے شامل و کامل و محیط اور آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا منکر ہے۔ اس معاملہ کو سمجھنے کے لیے کسی زیادہ عقلی ریاضت کی ضرورت نہیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی دوسرے نبی کے آنے کا امکان ہی اسلام اور رسول اسلامؐ کی ان تمام خصوصیات، امتیازات اور کمال و دوام کے جملہ نظریات و اعتقادات کا بطلان ہے۔

۲۔ معطّلین شریعت دوسرا گروہ وہ ہوتا ہے جو اپنے آپ کو دین کے دائرے میں شامل قرار دیتے ہوئے دین کے ثابت شدہ شعائر فرائض اور واجبات اور قوانین اسلام کا منکر ہو جاتا ہے، جیسے نماز یا کسی ایک فرض نماز کی عدم شرعیّت کا اعلان، زکوٰۃ کے وجوب کا انکار، روزہ اور حج کا انکار، یا سود، سور، خمر، زنا، اور دوسرے محرمات کے جواز کا اظہار، یا شادی بیاہ مہر و طلاق اور میراث وغیرہ کے احکام میں سے کسی بھی شرعی حکم کی عدم شرعیّت کا اعلان۔ یہ خیال رہے کہ کسی واجب عمل کو چھوڑ دینے یا کسی حرام کام کا ارتکاب کرنے پر گناہ ضرور ہوگا، لیکن اگر مسلمان اس کی حرمت اور وجوب کا قائل ہے تو وہ باوجود گنہگار ہونے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اسلام کے دائرے میں رہتا ہے۔ لیکن خدا کی نازل کردہ حرمت و حلت یا فرائض یا عقائد میں سے کسی چیز کا انکار کر دینے والا بھی پہلے گروہ کی طرح فوری طور پر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

۳۔ دل سے نظامِ اسلامی کے محاسن کا منکر گروہ

تیسرا گروہ وہ ہوتا ہے جو دل سے اسلامی نظام کا قائل ہی نہیں ہوتا اور اسلامی نظامِ حیات میں اسے نقص نظر آتا ہے۔ اسلامی عبادات اسے مذاق معلوم ہوتی ہیں۔ اسلام کا عائلی قانون اس کو غلط اور نظامِ میراث اسے ظلم نظر آتا ہے۔ اسلام کے اقتصادی نظام پر اس کو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وہ بھلا سود کو کیسے حرام کرتا ہے جب کہ تہذیبِ حاضر کی رگ و پے میں وہ سرایت کیے ہوئے ہے؟ اسلام کا نظامِ حدود و تعزیرات تو اسے سب سے بڑی درندگی اور وحشیت معلوم ہوتا ہے کیونکہ عصرِ حاضر کے فریب خوردہ تمدن نے اسے چوری، ڈکیتی، قتل و غارت، حرام کاری، اور شراب نوشی کا اس طرح عادی اور گرویدہ بنا دیا ہے کہ سوسائٹی سے ان گندگیوں کے ختم کرنے کا ارادہ ہی اس میں نہیں پایا جاتا، بلکہ اس کی قدریں ہی بدل گئی ہیں۔ جھوٹ اور فریب کا نام سیاست پڑ گیا ہے، چوری اور ڈکیتی، جوانمردی اور بہادری کا نشان سمجھا جاتا ہے، حرام کاری اور فواحش کا نام فن اور آرٹ ہو گیا ہے۔ الغرض یہ گروہ دل سے نظامِ اسلامی، قانونِ اسلامی اور فکرِ اسلامی کو قرونِ وسطیٰ کا نظامِ پارینہ تصور کرتا ہے۔ لیکن زبان و قلم سے وہ ان چیزوں کا صاف صاف انکار نہیں کرتا، بلکہ اپنے آپ کو اسلام کا شیدائی اور دوست ثابت کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کی کوششیں اس لیے ہیں کہ اسلام کا نام روشن ہو، اسلام کے وہ مسائل جن پر اغیار ہنستے ہیں اور مضحکہ اڑاتے ہیں، ان کو ہم اسلام کی محبت و عظمت کی خاطر اور نیک نامی کی خاطر عصرِ حاضر سے قریب کرنے کے لیے ان میں تاویلات کریں اور مصلحت اور عرف وغیرہ کے نام پر ان میں توافق پیدا کرنے یا تبدیلی کرنے کی کوشش کریں۔ پھر اس کوشش کے لیے یہ گروہ اجتہاد کی شرطوں کے فقدان، عربی زبان سے ناواقفیت یا عدمِ مہارت اور اسلامی علوم شریعت میں ضروری معلومات نہ ہونے کے باوجود خود کو بزعمِ خود مجتہد کے منصب پر فائز کر لیتا ہے اور پھر خود ساختہ مسائل و مشکلات کو حل کرنے کے لیے اجتہاد و قیاس کی کلہاڑی چلانی شروع کر دیتا ہے۔ اکثر موقعوں پر اسے یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ لا اجتہاد مع النص (حکم کی موجودگی میں اجتہاد نہیں ہے) اور اسی طرح قیاس کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ گروہ نئے مسائل ہی کو نہیں بلکہ پرانے اور شریعت میں منصوص مسائل کو بھی اجتہاد و قیاس کا تختۂ مشقِ ستم بناتا ہے، اور غلط نتیجے نکالتا ہے۔ اس گروہ کو، جب تک وہ صراحت کے ساتھ نظامِ اسلامی کو ناقص، غیر کامل اور عصورِ حاضرہ کا ساتھ نہ دینے والا زبان و قلم سے نہ کہے، ہم دین کے دائرے سے خارج قرار نہیں دے سکتے، نہ اس کے لیے سزائے مرتد کا مطالبہ کر سکتے ہیں، نہ اس کے خلاف جہاد واجب کر سکتے ہیں، کیونکہ ہم ظاہرِ قول و فعل پر عمل کرنے کے مکلف ہیں، باطن کے احوال اور نیتوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حُسن و قبح پر فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ البتہ اس کو منافق کہہ سکتے ہیں۔

۴۔ اخلاص کے ساتھ غلط نتیجے نکالنے والا گروہ ایک چوتھا گروہ وہ بھی ہوتا ہے جو واقعی انتہائی حُسنِ نیت اور اخلاص کے ساتھ اسلامی شریعت، قانون اور نظامِ حیات کے بارے میں جدید مسائل و مشاکل وغیرہ سے متعلق آراء کا اظہار کرتا ہے لیکن اس کے نتیجے اس لیے غلط ہوتے ہیں اور نقصان دہ بھی کہ وہ شرعی، عقلی اور علمی شرطوں کا حامل نہیں ہوتا۔ اجتہاد کی جو شرطیں ہیں ان میں اخلاص و حُسنِ نیت صرف ایک شرط ہے۔ اس کے بعد بہت سی ایسی شرطیں ہیں جن کا وافر حد تک پایا جانا ازحد ضروری ہے۔ مثال کے طور پر عربی زبان کو اس کے اصول و قواعد کے ساتھ جاننا، جملہ تفسیر کے علوم پر دسترس ہونا، حدیث کے علوم کے ساتھ فنِ حدیث کی اصطلاحوں سے باخبر ہونا، فقہ کے تمام مذاہب اور اقوالِ فقہاء وغیرہ پر عبور ہونا، وغیرہ۔ اور یہ بات کوئی اسلامی اجتہاد و علوم پر قلم اُٹھانے سے پہلے ہی ضروری نہیں ہے، اور نہ یہ کوئی ایسی بدعت ہے جسے رجعت پسند علمائے جدید ریسرچ اسکالروں کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں، بلکہ دُنیا کے ہر علم و فن کے قواعد اس سے کہیں زیادہ سخت ہیں۔ کیا انتہائی حُسنِ نیت کے ساتھ کوئی شہرۂ آفاق ماہر اور قابل ترین انجینیر کسی سرجن کی خدمات انجام دینے کا تصور بھی کر سکتا ہے؟ اور اگر وہ ماغی خلل کی بنا پر یا عوام کی ووٹنگ اور رائے شماری میں اکثریت حاصل کرنے کے بعد دینی آپریشن کرنے کے لیے اگر کوئی گروہ اس کا نام پیش کر دے اور اکثریت سے وہ منظور بھی ہو جائے) اگر وہ کسی آپریشن کی جسارت کرنا چاہے تو کیا دُنیا کا کوئی ماڈرن، ترقی یافتہ، حُریتِ رائے کا دلدادہ شخص یا کوئی ہسپتال اسے اس غیر مناسب کام کے کرنے کی اجازت دے گا خواہ اس نے اپنے شوق سے سرجری کی کچھ کتابیں اُلٹ پلٹ کر دیکھ بھی لی ہوں؟ یا کیا کسی ماہر اور بین الاقوامی ڈاکٹر سے کوئی وزارتِ تعمیرات کسی پُل، ڈیم یا عمارت کا نقشہ بنوانے سے متعلق سوچ بھی سکتی ہے خواہ وہ یورپ و امریکہ کی ساری معماری ترقی دیکھ بھی چکا ہو، اور فلک بوس عمارتوں کے اندر رہ بھی چکا ہو؟

اس گروہ پر بھی ہم کفر و ارتداد تو دُور کی بات ہے فسق کا حکم بھی نہیں لگا سکتے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص تعلیمِ دین کی شروط کے بغیر تعلیم و تبلیغ کے لیے نہ صرف یہ کہ تیار ہو جائے بلکہ علمائے دین، مفتیانِ شرع متین اور مجتہدینِ امت سے بھی زیادہ اپنے آپ کو اس کا مستحق سمجھنے لگے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر ان سے زیادہ دین کی صحیح فہم، مصلحتوں، حکمتوں اور شریعت کے تقاضوں کو سمجھنے کا بھی مدعی ہو جائے۔ اور آخری مرحلہ یہاں تک پہنچ جائے کہ علماء، فضلاء، فقہاء پر نکتہ چینی، عیب جوئی، توہین اور دین کا صحیح فہم نہ رکھنے اور حقیقی اسلام کی ترجمانی نہ کرنے کی تہمت بھی لگانی شروع کر دے۔ یا دوسری مثال یہ کہ وعظ و تقریر کی شرعی صلاحیت و اجازت کے بغیر، قرآن و حدیث و فقہ میں عبور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاصل کرنے سے پہلے وعظ اور تقریریں شروع کر دے اور وہ بھی اس دعوے کے ساتھ کہ جو کچھ ان وعظوں میں کہا جا رہا ہے وہی حق ہے اور اس کے سوا سب باطل ہے، تعلیمِ دین وقت کا ضیاع ہے، تالیف و تصنیف علمی غرور ہے، وغیرہ۔ یہ سب حرکتیں غلط ہیں، مگر کفر یا فسق نہیں ہیں۔

بہرحال چوتھے گروہ یعنی اخلاص کے ساتھ، لیکن اجتہاد و علم کے شروط کے بغیر اجتہاد کرنے والوں کے اخلاص کی ہم قدر کریں گے لیکن ان کے افعال و اقوال، تقریر و تحریر اور افراط و تفریط کو دین کا جز و ہرگز نہیں سمجھیں گے۔ ان حضرات کے ساتھ کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا، اس کی تفصیل چند سطر بعد پیش کی جائے گی۔

اولی الذکر دو گروہوں کے ساتھ اسلامی حکومت کا طریق کار

مدعی نبوت دین میں معلوم بالضرورت اور واجب و حتمی عقیدے کے انکار کی وجہ سے دین سے خارج ہو جاتا ہے، اس لیے مرتد کی سزا کا مستحق ہوتا ہے مستحل، الدم اور واجب الجہاد ہوتا ہے، اور اس کے اس دعوے پر یقین کر لینے والے بھی چونکہ اسلام سے پھر جاتے ہیں اور خلافِ اسلام عقیدے کو قبول کرتے ہیں، اس لیے وہ بھی اسلام سے خروج کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اسی طرح دین میں واجب کسی منصوص فریضہ کا انکار کرنے والے، جیسے نماز کا منکر، یا کسی ایک نماز کی شرعیت کا منکر۔ یا زکوٰۃ کے وجوب کا منکر، یا اسلامی عائلی قوانین کی شرعیت کا منکر، یا اسلامی حدود کے وجوب کا منکر، جملہ مختصر یہ کہ شریعت کی حرام کی ہوئی کسی چیز کے حلال اور شریعت کی حلال کی ہوئی کسی چیز کے حرام ہونے کا مدعی بھی دین سے خارج ہو جاتا ہے، اور یہ دین میں معلوم و منصوص حکم ہے۔ کیونکہ جس طرح شریعت کے ایک فریضہ کو فرض کرنے والا خدا ہے بالکل اسی طرح دوسرے فریضہ کو فرض کرنے والا بھی وہی ہے، جس نے نماز فرض کی ہے اسی نے زکوٰۃ مقرر کی ہے، جس نے شادی بیاہ کے احکام نازل کیے ہیں اسی نے میراث کے حصے مقرر کیے ہیں، جس نے تجارت کو حلال کیا ہے اسی نے سود کو حرام کیا ہے، جس نے شہد کو حلال کیا ہے اسی نے شراب کو حرام کیا ہے، جس نے قصاص و حدود و تعزیرات مقرر کی ہیں اسی نے اقتصادی نظام کی درستی کے لیے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے، جس نے ماں باپ یا بیٹا بیٹی سے شادی کرنے کی ممانعت کی ہے اسی خدا نے مشرک یا مشرکہ سے شادی حرام کی ہے۔ الغرض جس ذات ستودہ صفات نے طیبات کو حلال کیا ہے اسی ذات بے ہمتا نے تمام اشیائے خبیثہ کو حرام فرمایا ہے۔ اس لیے کسی ایک منصوص حرام چیز کے حلال ہونے اور منصوص حلال چیز کے حرام ہونے کا عقیدہ اسلام سے خروج کے لیے کافی ہے، کیونکہ اس سے خدا کی شریعت میں تفریق اور خدا کا انکار لازم آتا ہے۔

اسلامی حکومت ان دونوں گروہوں کو دین سے خارج کرنے میں کسی قسم کی تفریق نہیں کرتی، اور ان کے ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہی طریقہ کار استعمال کرتی ہے جو خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا تھا۔ آپ نے صحابہ کرام کے مشورے سے مدعیان نبوت، معطّلینِ شریعت اور مانعین زکوٰۃ، سب کو مرتدین کی فہرست میں شامل کر کے سب سے جہاد کا اعلان کیا تھا، اور اس جہاد برحق میں آپ کامیاب ہوئے تھے، اور یہی سب سے بڑی دلیل صدیق اکبر کے فیصلہ کی صحت اور آپ کی خلافت کی حقانیت کی تھی، کیونکہ قرآن کے معجزانہ بیان میں صاف طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (مائدہ - ۵۴) "اے ایمان والو جو تم میں سے پھر جائے (مرتد ہو جائے)، اپنے دین سے تو اللہ ایسی قوم (جماعت)، کو لائے گا جن سے وہ محبت کریگا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں کے لیے وہ نرم، کافروں کے لیے سخت ہوں گے، راہِ خدا میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اللہ کشائش والا جاننے والا ہے۔" اس آیت کی روشنی میں صاف پتہ چلتا ہے کہ صدیق اکبر اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے جن مرتدین سے جہاد کیا وہ صحیح تھا اور آپ حق پر تھے، اور شریعت کے کسی جزو کے منکر کے خلاف جہاد واجب ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں ایک دلیل ان لوگوں کے خلاف بھی موجود ہے جو نعوذ باللہ صدیق اکبر ہی کو مرتد قرار دیتے ہیں۔ عقلی و شرعی دونوں صورتوں میں اگر ایسا ممکن ہوتا تو پھر یقیناً کسی ایسے مومن گروہ یا جماعت کا آنا نص قرآنی کی رو سے ضروری تھا جو غلبہ حاصل کرتی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شکست دے کر ان سے جہاد کر کے اسلام و ایمان کا پرچم بلند کرتی۔ لیکن تاریخ کا بیان اس کے بالکل برعکس ہے اور کسی مومن گروہ نے آپ کے خلاف جہاد نہیں کیا، اور جن بھی مرتدین اور مانعین سے آپ نے جنگ کی اس میں غلبہ حاصل کیا، اور محض خدا کی مدد کے ذریعہ بے سروسامانی کے باوجود اپنی کامیابی کے یقین کے ساتھ آپ نے تمام مخالف طاقتوں کا مقابلہ کیا اور سال بھر کی قلیل مدت میں آپ نے جزیرۂ عرب کو تمام مرتدین، مدعیانِ نبوت، معطّلینِ شریعت اور مانعین زکوٰۃ کے فتنوں سے پاک کر دیا۔ یہ بات یقیناً نص قرآنی اور تاریخ کی روشنی میں صحیح ہے اور خلیفہ رسول اللہ کی خلافت پر اجماع امت کے بعد ایک اور زندہ و متحرک دلیل ہے۔

مرتدین سے جہاد کی شرطیں بھی وہی ہیں جو صدیق اکبرؓ نے واضح کی ہیں، اور جن کا اشارہ قرآن پاک میں ملتا ہے یعنی یہ کہ مرتد کو توبہ کی مہلت دی جائے گی۔ صحیح ترین فقہی مذہب یہی ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جائے گی اور اسے سوچنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور رجوع کرنے کی مہلت بھی دی جائے گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (بقرہ ۔ ۲۱۷) ترجمہ "اور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا، اور اس حالت میں مرا کہ وہ کافر ہو تو ایسے لوگوں کے اعمال دُنیا و آخرت میں ضائع ہو جائیں گے اور وہ آگ والے ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے۔" آیت میں یہ تصریح کہ اس حالت میں مرے کہ وہ کافر ہو اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ اگر وہ کفر سے توبہ کر لے تو اس کی توبہ مقبول ہو گی اور وہ کفر سے اسلام میں داخل ہو سکتا ہے اور آگ سے بچ سکتا ہے اور اس آیت کی روشنی میں فقہائے امت نے بحثیں کی ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے کہ اکثریت کے نزدیک مرتد کی توبہ قبول ہو گی اور اس کو مہلت بھی دی جائے گی۔ یہ قول اسلام کی عدالت، جہنم سے بچانے اور سلامتی میں داخل کرنے کی صلاحیت، قرآن میں توبہ و مغفرت کے عام اصولوں کے موافق بھی ہے اور صدیق اکبرؓ کے عمل سے بھی ثابت و مسنون ہے۔ آپ نے مرتدین کے تمام گروہوں کے پاس جب فوج ارسال کی تھی تو توبہ کی شروط اس طرح واضح طور پر لکھ کر ارسال کی تھیں "میں تمہارے پاس یہ فوج ارسال کر رہا ہوں اور میں نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی سے جنگ اس وقت تک نہ کی جائے جب تک اس کو خدا کی طرف دعوت نہ دی جائے۔ جس نے اس دعوت کو قبول کیا، اسلام کا اقرار کیا اور ارتداد سے باز آیا اور عمل صالح کیا اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس کی مدد کی جائے گی" (تاریخ طبری ۳ - ۲۵۱) - یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جس کسی نے بھی توبہ کی اور دین کی طرف رجوع کیا صدیق اکبرؓ نے اور آپ کے سپہ سالاروں نے اس کی توبہ قبول کی اور اسلام کا دروازہ اس کے لیے کھولے رکھا۔ بلکہ یوں کہیے کہ اسلام کی دعوت ہی کے لیے آپ نے جہاد کیا تاکہ وہ لوگ دوبارہ اسلام کے کُلی نظام میں داخل ہو جائیں۔ اکثر صدیق اکبرؓ کے مکاتیب اور احکام میں یہ جملہ بھی ملتا ہے کہ "اسلام کے سوا ان سے اور کوئی چیز قبول نہیں کی جائے گی" یہ صاف اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف یہ اس حقیقت کا اعلان بھی ہے کہ دین میں تجزیہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک کُل ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ مضبوط طریقہ پر مربوط ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ ادھورا اسلام قبول کیا جائے۔ نماز قبول کر لی جائے اور زکوٰۃ نہیں۔ توبہ کی قبولیت اور اسلام میں داخل ہو جانے کی دعوت اتنی عام تھی کہ غور کیجیے مشہور مُدعیۂ نبوت سجاح بنت الحارث بن سُوید بن عقفان التمیمیہ نے جب دعوئے نبوت چھوڑ کر دوبارہ اسلام قبول کر لیا تو طبری کی روایت میں ہے کہ "اس کا اسلام اچھا ہو گیا تھا" (تاریخ طبری ۳ - ۲۷۵)۔ ابن اثیر نے اپنی ایک روایت میں مزید یہ تصریح بھی کی ہے کہ "وہ تغلب میں تھی تاآنکہ حضرت معاویہؓ نے عام الجماعہ میں ان کو بصرہ منتقل کیا۔ بنی تغلب کا اسلام اچھا ہو گیا تھا، اور سجاح بھی مسلمان ہو کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اچھی مسلمان بن گئی تھی، بصرہ میں اس کا انتقال ہوا اور سَمُرَہ بن جُندُب والی (گورنر) بصرہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی" (الکامل ۲ - ۲۵۷)"

جملہ مختصر یہ کہ کسی معلوم بالضرورت اور منصوص اسلامی عقیدہ کا انکار، یا دعوے، جیسے خدا یا نبی کا انکار، یا الوہیت و نبوت کا دعوے کرنے والا، یا شریعت کے جملہ احکام کو معطل کرنے اور نہ ماننے والا، یا شریعت کے کسی واجب یا حرام چیز کی حرمت یا حلت کا دعوے دار اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور حکومت وقت پر اس کے خلاف جہاد اس صورت میں واجب ہو جاتا ہے جب کہ وہ مہلت کے باوجود اسلام کی طرف رجوع نہ کرے اور توبہ نہ کرے۔

آخر الذکر دو گروہوں کے ساتھ اسلامی حکومت اور علماء کا رویہ

اگر اسلامی حکومت قائم ہو، اور اسلامی حاکم (خلیفہ) اسلامی اصولوں کی بنیاد پر حکومت کرتا ہو، اور اسلامی شوریٰ کا نظام قائم ہو تو آخر الذکر دونوں گروہوں کا وجود ہی نہ ہو۔ کیونکہ اسلامی نظام میں اسلامی افکار اور خصوصاً اسلامی قانون سے متعلق امور قرآن و حدیث و فقہ کے افاضل، مجتہدین امت اور قاضی (جج) ہی بیان کریں گے۔ اور جب تک ان میں شروط اجتہاد نہ پائی جائیں یا کم از کم وہ اسلامی علوم سے خاطر خواہ فیض یاب نہ ہوں ان سے خالص اسلامی قانونی مسائل میں کوئی مشورہ ہی نہ لیا جائے گا، خواہ وہ بدنیتی اور عدم اخلاص سے یہ کام کرنا چاہیں یا حسنِ نیت اور اخلاص سے۔ اور یہ کوئی ظلم و ستم نہ ہوگا اور نہ اسلامی فکر کو علماء و فقہاء کے گروہ میں محصور کر دینے والی تہمت اس پر صادق آئے گی۔ بلکہ یہ خالص ایک علمی و عقلی بات ہو گی۔ آج بھی دنیا کی بڑی سے بڑی جمہوری اور عوامی حکومتیں جو عوام کے نام اور حریت کی اقدار پر قائم ہیں جب کوئی قانونی مسئلہ سوچتی ہیں تو سب سے پہلے قانون کے ماہرین، ججوں اور وکیلوں کی خدمات حاصل کرتی ہیں۔ آپ نے کبھی یہ نہ سنا ہو گا کہ کسی جمہوری ملک میں جب قانون فوجداری بننے لگے تو عوامی حقوق اور فہم انسانی میں برابری وغیرہ کے نعروں اور دعووں کے پیش نظر ججوں اور وکیلوں کے بجائے شاعروں سے مدد مانگی گئی ہو چاہے کہ وہ غالب، میر، اقبال، ٹیگور، شکسپیئر، ورجل، ہومر، ہوگو اور فردوسی ہی کیوں نہ ہوں۔ یا جب قانون دیوانی کی تشکیل کا وقت آئے تو ڈاکٹروں کو اس کام کی دعوت دی جائے چاہے وہ بقراط، جالینوس، ابن سینا، ابن نفیس ہی کیوں نہ ہوں۔ یا اقتصادی نظریات اور مسائل کے لیے کوئی شخص آدم سمتھ، مل، کینز وغیرہ کی کتابیں چاہے وہ تنقیدی حیثیت ہی سے ہوں پڑھنے کے بجائے سائنسدانوں کے علوم پڑھنا شروع کر دے چاہے وہ گلیلو، کوپرنیکس، نیوٹن اور آئن سٹائن ہی کیوں نہ ہوں۔

جملہ مختصر یہ کہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ہر علم و فن کے لیے کچھ شرطیں ہوتی ہیں اور طویل عمران علوم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں گزارنے کے بعد بھی انسان ان پر پوری طرح قادر نہیں ہو پاتا، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی بھی علم میں بغیر صحیح معلومات کے دخل اندازی کرے، یا یہ دعوے کر دے کہ جنہوں نے اپنی عمریں کسی موضوع یا علم میں گزاری ہیں وہ اس کو صحیح نہیں سمجھتے اور میں اس کو صحیح سمجھتا ہوں۔ اس قسم کا دعوے کسی بھی علمی اور ریسرچ کے موضوع میں کرنے والے کو پاگل ہی تصور کیا جا سکتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اگر کوئی ڈاکٹر، انجینیرنگ میں سارے انجینیروں سے زیادہ، یا اس کے برعکس کوئی انجینیر ڈاکٹری میں سارے اسپیشلسٹ ڈاکٹروں سے زیادہ معلومات اور صحیح نتیجے، نقشے اور امراض کی تشخیص کا مدعی ہو جائے تو یقیناً عقل اور ہوش و حواس کی موجودگی میں کوئی شخص ان کے اس دعوے کو صحیح ماننا تو دور کی بات ہے سُننا بھی گوارا کریگا؟

بہرحال چونکہ خلیفہ اسلامی خود بھی مجتہد ہوتا ہے اور علماء و فقہاء اس کی مجلس شوریٰ میں ہوتے ہیں اس لیے کسی بھی فقہی اور قانونی مسئلہ میں انہی سے رائے اور مشورہ لیا جائے گا اور جن کے پاس ان موضوعات میں اجتہاد کی صلاحیت نہ ہوگی یا غیر متعلق ہوں گے ان سے کسی قسم کا نہ مشورہ لیا جائے گا اور نہ ان کو دین کے بارے میں اندازہ اور تخمینہ سے گفتگو کرنے کی اجازت ہوگی، اور اس طرح یہ دونوں گروہ صحیح اسلامی حکومت کی موجودگی میں پنپنے ہی نہیں جائیں گے۔

اسلام علماء و فقہاء کے طبقہ کے لیے مخصوص نہیں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایک اہم نکتہ واضح کر دوں۔ وہ یہ کہ اس قسم کے جملے کہ "اسلام کسی خاص طبقہ یا گروہ کے لیے مخصوص نہیں" یا "اسلام صرف علماء و فقہاء کی میراث نہیں ہے" اکثر سننے میں آتے ہیں۔ یہ ایک حیثیت سے صحیح بھی ہیں، اور ان کا مقصد یہ ہے کہ اسلام میں یہ تفریق نہیں ہے کہ کاہن اولادِ ہارون کے لیے کچھ خاص احکام ہوں اور عوام کے لیے کچھ دوسرے احکام، یا علماء، فقہاء اور بزرگ خدا اور بندوں کے درمیان ایسا واسطہ ہوں کہ ان کے بغیر انسان دعا نہ کر سکتا ہو، اور جنت کا ٹکٹ نہ حاصل کر سکتا ہو۔ خدا بھلا کرے فقہاء کا۔ سرخسی نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جن لوگوں کی گواہی قبول نہ ہوگی ان میں "ایک وہ شخص بھی ہے جو الہام کو علم میں حجت مانتا ہو۔ کیونکہ وہ اس بنیاد پر کسی کے خلاف گواہی دے سکتا ہے"۔ (المبسوط جلد ۱۶، کتاب الشہادات)۔ سبحان اللہ یعنی اسلام میں الہام، باطن وغیرہ کے نام پر علماء کو اپنی من مانی کرنے کی اجازت نہیں ہے، اور حجت صرف کتاب و سنت کے ظاہری اقوال ہیں جن کی روشنی میں استنباط و اجتہاد کرنے کے وہ لوگ مجاز ہیں جو اس کی صلاحیت رکھتے ہوں اور جب اس کی ضرورت ہو۔ اس لیے اسلام میں یہ نہیں ہے کہ عوام کے لیے پانچ نمازیں ہوں اور علماء کے لیے تین، یا عوام شریعت پر چلنے کے مکلّف ہوں اور خواص اس کے مکلّف نہ ہوں، بلکہ شریعت کے نام پر شریعت کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی انہیں اجازت ہو، یا دینی تعلیم اور علوم سے کسی کو یہ کہہ کر رد کر دیا جائے کہ تم عالم کے بیٹے نہیں ہو، یا تم فلاں ذات سے تعلق رکھتے ہو، اور علم شریعت نہیں سیکھ سکتے۔ مطلب یہ ہوا کہ عمل کا دائرہ اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سب کے لیے برابر ہے اور علم حاصل کرنے کی ترغیب ہر ایک کو دی گئی ہے اور اس کا دروازہ ہر ذات اور ہر قبیلے اور ہر قوم کے لیے کھلا ہوا ہے۔ لیکن اگر اس کا مطلب کوئی یہ نکالنا چاہے کہ علماء و فقہا کے علاوہ سب کو اسلام کی ترجمانی، اجتہاد، فتویٰ، تعلیم و تدریس کا حق ہے، اور معتبر عربی زبان جانے اور بلا علم حاصل کیے ہوئے متفق علیہ مسائل کو چھوڑ کر مختلف فیہ اور علمی مسائل میں مشورہ دینے اور لوگوں کو سکھانے کا انہیں حق ہے تو یہ ایک غلط اور نقصان دہ بات ہے اور اس سے فائدے معدوم اور فتنے متحقق ہیں۔ ہر مسلمان کو دین پر عمل کرنے کا نہ صرف حق ہے بلکہ یہ اس پر فرض ہے اور اگر تحقیقی علم نہیں رکھتا تو علماء سے رہنمائی حاصل کرنے کے بعد وہ شریعت پر عمل کرنے کا مکلّف ہے۔ لیکن اسلام کی ترجمانی، تدریس، افتاء، قضاء یہ سب وہ مناصب ہیں جن کے لیے کچھ شروط، اصول، مسائل، واجبات اور سنن ہیں۔ جب تک انسان ان کا حامل نہ ہو شرعی و عقلی طور پر اسے ان پر فائز نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر کسی شخص کو سورۂ فاتحہ اچھی طرح یاد نہ ہو تو اس کو امامت کے لیے کیسے آگے بڑھایا جا سکتا ہے؟ یا کسی کو فقہ پر عبور نہ ہو، اور فتویٰ دینے کا وہ اپنے آپ کو مجاز سمجھنے لگے، حدیث کی صحت حسن و قبح اور ضعیف و موضوع کا، نیز قرآن کے ناسخ منسوخ، خاص و عام، مطلق و مقید اور دوسرے موضوعات کا متعلق علم نہ ہو، اور وہ بلا تکلف تقریریں کرنے لگے اور وعظ کی خدمات ادا کرنے لگے، یا تفقہ فی الدین کی بنیادی شرط اس میں نہ پائی جاتی ہو، اور وہ دین میں صرف اپنے آپ کو حق پر اور دوسروں کو باطل پر تصوّر کرنے لگے۔ ان سب متذکرہ بالا صورتوں میں صرف اس کی عقل کا فتور و قصور ثابت ہوگا، علماء و فقہاء و محققین و مجتہدین کی اس طرح نہ شان گھٹ سکتی، اور نہ ان کے تاریخی، علمی کارناموں اور اسلام کی حفاظت و دفاع و تبلیغ و اشاعت کی عدیم المثال اور شاندار کوششوں پر پانی پھیرا جا سکتا ہے، اور نہ اسلام کی ترجمانی کا شرعی و فقہی حق ان سے چھینا جا سکتا اور نہ کسی دوسرے کو دیا جا سکتا ہے۔ کاش سابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خاں صاحب اپنی کتاب میں اس موضوع پر خامہ فرسائی کرنے سے قبل اس بدیہی حقیقت پر غور کر لیتے، اور کاش سارے اسلامی صدر، وزراء، قانون دان، پارلیمنٹ، تشریعی ادارے، جدید تعلیم یافتہ حضرات اس واضح اور سورج سے زیادہ روشن بات کو سمجھ لیں کہ اسلام کسی طبقہ کے لیے نہ مخصوص ہے اور نہ اس کی میراث و جاگیر، لیکن قانون اسلامی کے لیے اسلامی قانون کے ماہرین ہی کی مدد لی جائے گی جس طرح کسی بھی علمی موضوع کے لیے اس کے ماہرین کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ اگر حسنِ نیت کے ساتھ اسلامی خدمت کا جذبہ کارفرما ہو تو اتنی واضح بات سمجھ میں آنی کوئی مشکل بھی نہیں۔

علمائے اُمّت کا کام جیسا کہ بیان کیا جا چکا اگر صحیح اسلامی حکومت قائم ہو تو اوّل الذکر دونوں گروہوں کو حق کی طرف واپس لانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے اور زبان و قلم سے آگے بڑھ کر اس معاملے میں شمشیر و سنان استعمال کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔ اور آخرالذکر دونوں گروہ وجود ہی میں نہ آئیں، اور اگر کسی طرح پیدا ہو بھی جائیں تو بہت جلد ان کا اثر ختم ہو جائے۔ لیکن جب خلیفہ موجود نہ ہو، یا صحیح اسلامی حکومت قائم نہ ہو، یا جہاں اسلامی اکثریت ہی نہ ہو، الغرض یہ کہ کسی بھی وجہ سے دین و شریعت کو نقصان پہنچانے والے یہ گروہ نمودار ہو جائیں تو اس صورت حال میں امت کے علماء، فقہاء اور شریعت کے محافظین کا یہ فریضہ ہو جاتا ہے کہ وہ صحیح اسلامی عقیدہ کا پرچار کریں، اور دین میں اصولی اور بنیادی عقائد، توحید، نبوت وغیرہ کی واضح تشریح کریں اور شریعت کے کُلّی احکام اور دائمی ضرورت اور شریعت کے کسی حکم کے انکار سے پوری شریعت کے انکار کی کیفیت کو کھول کر بیان کر دیں تاکہ امت اوّل الذکر دو گروہوں کے شر سے محفوظ ہو جائے اور یہ بات اس پر عقلاً، شرعاً علم الیقین کے درجہ تک واضح ہو جائے کہ اسلام آخری دین ہے اور کمالِ دین اور اتمامِ نعمت کے بعد اب نہ کوئی دوسرا دین نازل ہو سکتا، نہ کوئی دوسرا رسول اور نہ کوئی دوسری شریعت۔

نیز علماء کو آخرالذکر دو گروہوں کے نقصان سے اُمّت کو بچانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ زندگی کے نئے سے نئے مسائل و مشاکل کے حل اور علاج کے لیے شریعت کے منصوص احکام کی موجودگی میں قیاس و استنباط و اجتہاد کے ذریعے شریعت کی حفاظت و بقا اور جدت، تازگی اور ارتقا کا سامان بہم پہنچائیں جو الحمدللہ اہلِ علم و اجتہاد پوری کوشش و محنت کے ساتھ تمام دنیا میں کر رہے ہیں، جس کے لیے وہ یقیناً امت کی طرف سے مشکور اور خدا کی طرف سے ماجور ہوں گے، کیونکہ کسی بھی زندہ اور پائندہ شریعت کی علامت یہی ہے کہ تا قیامت کسی بھی موجودہ یا متوقع ضرورت، مشکل یا مسئلہ کا حل پیش کرنے سے وہ عاجز نہ ہو، اگر خدانخواستہ کسی مشکل کا حل شریعت کی روشنی میں کوئی نہ کر سکے تو شریعت کے عجز و قصور کی دلیل نہیں بلکہ اس شخص کے جمود و رجعیت، یا تجرد و آزادی کی دلیل ہے، شریعت مطہرہ زندہ اور متحرک شریعت ہے اور خالقِ انسان و کائنات کی اتاری ہوئی ہے اس لیے تا قیامت انسان کی ہر ترقی اور کائنات کی ہر تجلّی کا ساتھ دینے کی وہ صلاحیت رکھتی ہے اور جس طرح سورج کی روشنی اور حرارت کسی بھی سائنسی دور میں اپنی اہمیت اور ضرورت میں کمی نہیں پاتی اسی طرح شریعت کی روشنی اور نور تا قیامت ہر دور میں انسانیت کی صحیح رہنمائی کرتی رہے گی اور اس کو روشنی کا مینارہ بن کر صراط مستقیم کی نشان دہی کرتی رہے گی، علمائے فقہ و شریعت کا کام یہ ہے کہ شریعت و فقہ کے استدلالی اصولوں اور عصرِ حاضر کے علمی طریقوں کے امتزاج کے ساتھ ان گروہوں پر نصوص الٰہیہ کی قطعیت، احکام الٰہیہ کی فرضیت، حدود الٰہیہ کا وجوب اور شریعت الٰہیہ کی فوقیت ثابت کر دے، متشککین کے اعتراض و اقوال اگر حسنِ نیت اور اخلاص کے ساتھ ہوں گے تو وہ عقل و منطق اور دین و شریعت کی اس حجت بالغہ کو سن کر دور ہو جائیں گے، اور ساتھ ہی ساتھ حیران و پریشان عوام بھی شریعت حقہ کی تمام خوبیوں، ہر زمانہ کا ساتھ دینے والی صلاحیت، عدل و عدالت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دونوں سے متصف ہونے کی خصوصیت، اور تمام انسانی قوانین پر فوقیت کا اندازہ خود صرف عقائدی تعبدی طور پر ہی نہیں بلکہ عقلی و علمی طور پر بھی کرلیں گے، اور بیسویں صدی کی سائنسی دنیا میں اور علم و ریسرچ کے ماحول میں شاید دین اسلامی اور شریعت الٰہیہ کی یہ سب سے بڑی، پائیدار اور نفع بخش خدمت ہو۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اسلامیات کے طلباء اور علمی ذوق رکھنے والوں

کے لیے

تفہیم القرآن کے اجزاء

سورۂ الفاتحہ۔ سورۂ البقرہ ______ ۸ر۲۵

سورۂ المائدہ ______ ۲ر۲۵

سورۂ یوسف ______ ۲ر۷۵

سورۂ النور ______ ۶ر۰۰

سورۂ لقمان ______ ۱ر۶۰

سورۂ الاحزاب ______ ۴ر۵۰

سورۂ الفتح ______ ۲ر۰۵

سورۂ الحجرات ______ ۲ر۲۰

سورۂ الرحمٰن ______ ۱ر۹۰

علیحدہ علیحدہ کتابی شکل میں طلب فرمائیے

ادارہ ترجمان القرآن، اچھرہ۔ لاہور

© rasailojaraid.com